محترمہ فریدہ خاتون چشتی ۔ لاہور

کیا اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے ؟

اس سوال ، کہ کیا اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے ؟ ، کا جواب دینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ پہلے "اسلام" ، "ترقی پذیر" اور "مذہب" تینوں الفاظ کا مفہوم متعین کرلیا جائے تاکہ غلط مفہوم پر مبنی غلط مفروضوں اور غلط مفروضوں پر غلط استدلال کی عمارت کھڑی نہ ہو کہ یہ کوئی علمی خدمت نہ ہوگی ۔

باعتبار لغت "اسلام" عربی زبان کا لفظ ہے ، جس کا مادہ "سلم" ہے "تسلیم" کے معنی ہیں امن ، سلامتی ، محفوظیت (PROTECTION) ! اسلام لغوی معنوں کے لحاظ سے اس معیارِ امن وسلامتی کا نام ہے جس میں داخل ہوکر انسان دینی اور دنیاوی ہر قسم کی خرابی ، ناہمواری اور ناشائستگی سے مکمل طور پر محفوظ ہو جاتا ہے ۔ اصطلاحی معنوں میں یہ اس "مذہب" کا نام ہے ، جسے مسلمانوں کا مذہب کہا جاتا ہے ۔

"مذہب" کے معنے ہیں "چلنے کا راستہ" مگر حقیقت میں "اسلام" ان معنوں میں مذہب ہرگز نہیں ، جن معنوں میں عیسائیت ، ہندو دھرم یا بدھ مت وغیرہ مذہب سمجھے جاتے ہیں ۔ اس لئے کہ یہ مذاہب چند اعتقادات و رسوم کے مجموعے کے علاوہ کچھ نہیں جن سے یہ مذاہب عبارت ہیں ۔ اسی لئے ان کا ان مذاہب کے پیروکاروں پر کوئی اثر نہیں ۔ اس کے برعکس اسلام صرف چند عقیدوں اور ان عقاید پر مبنی رسوم ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ذہنی تہذیب ہے ــــ ایک اٹل اور ہمہ گیر نظامِ حیات ــــ! جو انسان کی پہلی سانس سے لے کر اس کی آخری سانس بلکہ اس کے بعد کی زندگی پر بھی

پوری طرح حاوی ہے۔ امن و عافیت کے اس قلعے میں داخل ہونے کا دروازہ کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ اس مختصر سے کلمے کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول یعنی پیغام بر ہیں"، گویا اس کلمہ میں دو باتوں کا اقرار ہے۔ ایک توحید الٰہی دوسرے رسالتِ محمدیؐ ان دو باتوں کے مفہوم اور لوازمات پر ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر سرِدست یہ کوشش ہمارے عنوان کے مقصد میں شامل نہیں۔ مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے خالق و مالکِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان کسی اور کو اپنا مالک اور خالق مان کر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شریک نہ کرے۔ انسان اپنی عظمت اور مرتبے کے اعتبار سے اگر کسی طاقت برتر و بالا کے آگے جھک سکتا ہے تو وہ صرف اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ جو انسان اپنی کم عقلی اور کوتاہ فہمی سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کو اپنا رب سمجھ لیتا ہے گویا وہ عزت اور وقار کے اس مقام سے گر جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان بنا کر فائز کیا ہے۔ اور چونکہ عزت و عظمت اور مرتبہ و مقام کی یہ نعمت انسان کو حضور سرورِ کون و مکان، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوئی ہے، اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول تسلیم کرنا بھی ضروری ہے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد صرف زبانی اقرار اور دلی تصدیق ہی کافی نہیں بلکہ عملی زندگی کی ہر تفصیل میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ کے اور اپنے درمیان کسی اور ہادی یا مرشد کو بحیثیت نبی یا رسول تسلیم نہ کیا جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان کسی دوسری طاقت کو خدا تسلیم کرنا توحید باری کے باب میں شرک ہے، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے درمیان کسی دوسرے انسان کو خواہ وہ کتنا ہی صاحبِ علم و فضل و کمال ہو۔ رسول یا نبی تسلیم کر لینے سے رسالتِ محمدیؐ میں شرک واقع ہو جاتا ہے۔ توحید اور رسالت دونوں میں سے کسی ایک میں بھی شرک کا شائبہ شامل ہو جائے تو انسان اس معیارِ امن و عافیت سے خارج ہو جاتا ہے جس کا نام "اسلام" ہے۔

ان معروضات سے ثابت ہوا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کا زبانی اقرار اور دلی تصدیق اس وقت تک قابلِ اعتبار اور قابلِ قبول نہیں ہو سکتی جب تک کہ توحید اور رسالتِ محمدی پر یقین و ایمان کا ثبوت عملی زندگی سے بھی نہ دیا جائے، اس لحاظ سے "اسلام" کو مذہب سمجھنا اور بالکل اسی طرح کا جیسے عیسائیت " ہندو دھرم یا بدھ مت وغیرہ ہیں، اسلام کے ساتھ سخت ناانصافی ہے۔

"اسلام" اور "مذہب" کی اتنی تشریح کافی ہے۔ اب اس کے بعد لفظ "ترقی پذیر" کو سمجھ لینا بیحد ضروری ہے۔

"ترقی" نام ہے درجہ بدرجہ چڑھنے کا! جب کوئی چیز کمی سے زیادتی کی طرف، زوال سے کمال کی طرف، خرابی سے خوبی کی طرف یا پستی سے بلندی کی طرف بڑھتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز ترقی پذیر ہے۔ اور جب یہ لفظ (ترقی پذیر) اسلام کیلئے استعمال کیا جاتے تو بظاہر بڑا ہی بھلا لگتا ہے۔ کون مسلمان ہوگا جو " اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے " کا تعریفی جملہ سن کر پھڑک نہ اٹھے گا؟ لیکن اگر ہم بنظرِ غور اس فقرے کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت آشکارا ہو گی کہ اسلام کے لئے اس تعریفی لفظ کا استعمال اپنے اندر تعریف کی بجائے تنقیص اور خوبی کی بجائے خرابی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ ترقی پذیر وہ چیز ہوتی ہے جس میں ترقی کی گنجائش ہو۔ اور یہ گنجائش یقیناً اسی چیز میں ہو گی جو ابھی اپنی حدِ کمال کو نہ پہنچی ہو۔ اور اسلام کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ابھی اپنے حدِ کمال کو نہیں پہنچا حقیقت سے انکار ہی نہیں بلکہ قرآنِ حکیم کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس قرآن نے آج سے چودہ سو سال قبل یہ اعلان کر دیا تھا:

" الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا "

کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، اپنی نعمت کو کمالِ اتمام تک پہنچا دیا ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین (ضابطۂ حیات) پسند کر لیا ہے "

نیز فرمایا:

" ان الدین عند اللہ الاسلام "

کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قابلِ قبول) دین (فقط) اسلام ہے۔"

پھر فرمایا:

"ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ"

"اگر کسی نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پسند کیا تو یہ ہرگز نہ قابلِ قبول ہوگا۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"

کہ "اللہ وہ ہے جس نے اپنے (آخری) رسول کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسے باقی تمام ادیان پر غالب کر دے۔"

ظاہر ہے کہ وہی دین باقی تمام ادیان پر غالب آسکتا ہے جو ان تمام نقائص اور خرابیوں سے مبرا ہو جو انسانوں کے خودساختہ قوانین میں (یا آسمانی مذاہب میں انسانی ردّوبدل کے طفیل) ہر صاحبِ عقلِ سلیم کو نظر آجاتی ہیں

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا:

"وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا"

کہ "ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

نیز یہ کہ:

"وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین"

"ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

یہ مقام کسی اور ہادی، مرشد، نبی اور رسول کو نہیں دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیائے کرام اور مرسلین تشریف لائے وہ کسی خاص قوم، قبیلے، علاقے یا زمانے کے لئے آئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانے اور علاقے کے لوگوں کے لئے یکساں طور پر نبی اور رسول بن کر آئے ہیں۔ صرف نوعِ انسانی ہی نہیں بلکہ جنوں پر بھی آپؐ ہی کی شریعت کی پیروی فرض قرار دی گئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے نبی کا جو تمام جہانوں کے لئے یکساں طور پر نبی اور رسول ہے، دستورالعمل بھی تمام پہلے دساتیر سے

منفرد ہوگا۔ اس لحاظ سے قرآنِ مجید کو بھی ایک ایسا مقام ملا ہے جو اس سے پہلے کسی اور روحانی کتاب کو نہیں مل سکا، اسی لئے فرمایا :

"ان ھو الا ذکر للعالمین"

کہ یہ (قرآن) تمام جہان والوں کے لئے ذکر (ضابطہ حیات) ہے"

پس جس دین کو بھیجنے والا رب العالمین، لانے والا "رحمۃ للعالمین" اور جس کا دستور" ذکر للعالمین" ہو اور جس کو خود رب العالمین ہی نے کمال و اتمام کی حد تک پہنچا دیا ہو اور واضح الفاظ میں اس کے حدِ کمال کو پہنچنے کا اعلان بھی فرما دیا ہو، اس کے بارے میں "ارتقاء" یعنی منزل بہ منزل ترقی اور کمال کی طرف بڑھنے اور بڑھتے رہنے کا سوال ہی مہمل ہے۔ لہٰذا جہاں تک اسلام کے عقائد و اصول اور تصورات و مبادیات کا تعلق ہے وہ ازلی اور ابدی ہیں، ان میں کسی ردّ و بدل، قطع و برید اور مزید بہتری کا سوال و امکان قطعاً خارج از بحث ہے۔

البتہ اس دین کے اثرات اور تاثیر ایسی ہے جو روزِ اوّل سے آج تک برابر بڑھ رہی ہے اور پھیل رہی ہے۔ اس کی مثال طلوعِ آفتاب کی سی ہے کہ آفتاب تو اپنے طلوع کی پہلی کرن کے ساتھ ہی مکمل ہے۔ مگر جیسے جیسے کائناتِ ارضی اور دیگر کرے اسکے سامنے آتے جاتے ہیں، روشن اور روشن تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر آفتابِ اسلام وہ آفتاب ہے جس کا ہر نقطہ نقطۂ کمال ہے اور جس کو نہیں اور کسی وقت بھی زوال نہیں جس کو غالباً بدھن ہم "زوالِ اسلام" سمجھ لیتے ہیں، وہ اسلام کا نہیں بلکہ اسلام کے نام نہاد پیروکاروں کا زوال ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرکے دن کے وقت سورج کی روشنی سے انکار کرے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سورج واقعی اپنی تمازت و حرارت کھو چکا ہے بلکہ یہ شخص خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے ؎

گر نہ بیند آفتاب! بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ!

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے" تو اس کا صحیح مفہوم یہی ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ اسلامی اصولوں کی روشنی ہر لحظہ اور ہر آن پھیلتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ذرا گذشتہ

چودہ سو سالہ تاریخ عالم پر نگاہ دوڑا لیجیے۔ واضح ہو جائیگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا اعتقادی، فکری، علمی، اخلاقی اور تمدنی طور پر جہالت اور گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر تباہ حال اور دکھی انسانیت کو خوابِ غفلت سے جگایا اور ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ہدایت، اخلاق، علم اور تمدن کے وہ چراغ روشن کئے کہ رہتی دنیا تک جن کی چمک تاریک راہوں کو منور کرتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ دائرۂ اسلام سے باہر کی قومیں اور دانشور بھی، خواہ دنیا ہی کی فلاح کے طور پر ہی، آج انہی اصولوں کو اپنا رہے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو عطا کئے ہیں —— امانت و دیانت، مساواتِ انسانی، عدل و حریت وغیرہ وغیرہ تمام تصورات حتیٰ کہ ادارۂ اقوامِ متحدہ کا منشورِ حقوقِ انسانی بھی تمام کا تمام اسلامی اصولوں ہی کا چربہ ہے!

الغرض جہاں تک اسلامی مبادیات و تصورات کا تعلق ہے، ان میں ارتقاء کا خیال —— ایں خیال است و محال است و جنوں —— اور جہاں تک اسلامی تعلیم اور اس کے اثرات کے پھیلنے، ان کی ترقی، وسعت اور ہمہ گیری کا تعلق ہے، اس کے لئے دو ہی صورتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک "نفاذ" اور دوسرے "نفوذ"۔ "نفاذ" کے لئے نافذ کرنے والی طاقت درکار ہے۔ یہ طاقت اسلام کو ماننے والوں یعنی مسلمانوں کی یکجہتی اور قوت و شوکت کے بغیر مفقود ہے۔ مگر "نفوذ" اسلام کی اپنی قوتِ پنہاں اور تاثیر ہے جو بغیر کسی کوشش اور سہارے کے خود بخود بنی نوع انسان کے قلب و ذہن پر اثر کرتی چلی جاتی ہے۔ انفس و آفاق میں فطرت ایسے ایسے تغیرات پیدا کرتی چلی جاتی ہے جس سے سوچنے والے دماغ، محسوس کرنے والے دل اور دیکھنے والی آنکھیں اسی نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ دنیا میں امن و سلامتی کے ساتھ رہنے اور مثبت نتائج پیدا کرنے کے لئے اسلامی اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل کئے بغیر چارہ ہی نہیں —— انہی معنوں میں اسلام ایک ترقی پذیر اور ترقی پسند مذہب ہے ؎

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقلِ سلیم
ہے وہ مذہب، مذہبِ اسلام ابالعظیم!